عرف عام یا عادت؟



تصنیف لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Visit Owaisi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

امابعد! عرف اور عادت فقہ میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ رسالہ فقیر ان کی وضاحت میں ہدیہ قارئین (پڑھنے والوں کے لئے تحفہ پیش) کرتا ہے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

وَصَلَّى اللهُ عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ الرَّؤُفُ الرَّحِيْمِ

عرف کی تعریف: العرف: ما استقرت النفوس عليه بشهادة العقول، وتلقته الطبائع بالقبول-[1]

یعنی عُقول کے مطابق جس پر لوگوں کے دل جم چکے ہوں اور لوگوں کی طبیعتوں نے اسے قبول کر لیا ہو جو۔ (المنجد)

عادت کی تعریف: العادة، هي ما استمر الناس عليه على حكم العقول وعادوا إليه مرة بعد أخرى.[2]

یعنی عقول کے مطابق جس پر لوگ چلے آ رہے ہوں اور بار بار وہ کام کرتے رہے ہوں۔ (المنجد)

مسلم بن محمد بن ماجد رحمہ اللہ علیہ اسکی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

العادة مأخوذة من المعاودة، وهي تقتضي تكرار الأمر مرة بعد أخرى، حتى يخرج عن كونه واقعاً بطريق الاتفاق

یعنی عادۃ، مُعَاوَدَۃٌ سے مُشْتَق (نکلا) ہے اور یہ اتنی کثرتِ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے جس کے باعث یہ اِتفاقی اُمور کے زُمرے سے نکل جائے، آگے فرماتے ہیں:

هذا يشمل كل متكرر من الأقوال والأفعال، سواء أكان مما يتكرر لفرد، وهو ما يسمى عادة فردية، أم مما يتكرر

لجماعة مما ينشأ في الأصل عن اتجاه عقلي وتفكير، حسناً كان ذلك أو قبيحاً، وهو ما يسمى عرفاً.[3]

"یعنی یہ اَقوالِ مُتَقَرَّرَہ، (ثابت شدہ باتیں) اور اَفعالِ مُتَقَرَّرَہ، (مستقل اعمال) سب کو شامل ہے، خواہ ان کا تعلق کسی فرد (ایک شخص) سے ہو اور اسی کا نام عادۃ عادَتِ فَردِیَہ، (فردی عادت) ہے، خواہ ان کا تعلق کسی جماعت (گروہ) کے ساتھ ہو جبکہ اصل میں ان کا مَنْشَأ، (مقصد یا بنیاد) عقل و فکر کی توجہ ہو، برابر ہے کہ حُسْن، (اچھائی) ہو یا قَبِیح، (برائی) اور اس کا نام عُرف ہے۔"

حضرت امام شامی صاحبِ فتاوی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس موضوع پر رسالہ لکھا ہے۔ چنانچہ یہی امام شامی اپنے مجموعہ رسائل،

ابن عابدین: ص ۱۱۴ ج ۲ میں، نشر العرف میں فرماتے ہیں:

والعادة والعرف بمعنى واحد في كلام الفقهاء ، ولا وجه للتفرقة بينهما في بناء الأحكام[4]

یعنی فقہاء کے کلام میں عرف وعادۃ کا معنی ایک ہی ہے، لہذا ابناءِ احکام (احکام کی بنیاد) میں ان کے درمیان فرق ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

---

[1] (التعريفات ، باب العين، 1/ 149 ، دار الكتب العلمية بيروت -لبنان ، الطبعة: الأولى 1403هـ -1983م)

[2] (التعريفات ، باب العين، 1/ 149 ، دار الكتب العلمية بيروت -لبنان ، الطبعة: الأولى 1403هـ -1983م)

[3] (عموم البلوى ، فصل الثالث ،صلة عموم البلوى بقاعدُ العادة محكمة، 1/ 388 ،مكتبة الرشد)

[4] (عموم البلوى ، فصل الثالث ،صلة عموم البلوى بقاعدُ العادة محكمة، 1/ 389 ،مكتبة الرشد)

عُرف کی اقسام: عرف کی تین اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

(۱)**عُرفِ عام:** جسے ہر خاص و عام قبول کر چکا ہو، مثلاً: قدم رکھنا عرفِ عام میں داخل ہونے کو کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی گھر یا جگہ میں داخل ہونا۔ اب اسکا اصل معنی مراد نہ ہو گا۔

(۲)**عُرفِ خاص:** کسی خاص طبقے کی اصطلاح ہو جیسے لفظ رَفْعٌ بمعنی بلندی ہے (لغۃ)، مگر نحویوں کے نزدیک ضمہ الف، واؤ، نون کیلئے مستعمل ہوتا ہے۔ ایسے ہی جملہ فنون کی اصطلاحات۔

(۳)**عُرفِ شرع:** اہلِ شرع کی اصطلاح ہو مثلاً: صلوۃ، زکوۃ، حج کے لغوی معنی چھوڑ کر معانی شرع کا اعتبار کیا گیا ہے۔[5]

فرق مابین عادت وعرف: عادت عام ہے اور عرف خاص ہے کیونکہ عادت دو قسم پر ہے۔ (۱) عادتِ فردیہ (۲) عادتِ جمہور جو کہ عرف ہے۔

چند دیگر اصطلاحات

حرج: فقہ میں حرج (تنگی) کو بھی کافی دخل ہے۔

لغوی معنی: ابو بکر حصاص رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرج ضَیِّقٌ یعنی تنگی کو کہتے ہیں۔

شرعی معنی: اصطلاح شرع میں حرج وہ امر ہے جو مشقت یا ضَرَرْ کا باعث ہو اور فواتح الرحموت میں ہے کہ حرج کلی مشکک (اصطلاحِ منطق) ہے، اس کے بعض افراد بعض سے اَقْوٰی ہیں اور حرج کا ہر مرتبہ معتبر نہیں ہے بلکہ وہی معتبر ہے جو شارع سے ثابت ہے۔[6]

اَمْثِلَہْ: مُسَلَّمُ الثُّبُوْتُ میں حرج کی بحث میں درج ذیل مثالیں دی گئی ہیں صَبی عاقل (سمجھدار بچہ) اور مَعْتُوْہْ بالغ (بالغ مجنون) پر نماز فرض نہ ہونا، حیض و نفاس میں نماز کی قضاء کا واجب نہ ہونا، حالتِ مرض میں قعود (بیٹھنے کی حالت میں) یا اِضْطِجَاعاً (کروٹ کے بل سونے کی حالت میں) عبادات کا مَشْرُوعْ (جائز) ہونا، اجتہاد میں خطاء کی صورت میں گناہ نہ ہونا اور نِسْیَان (بھول) میں گناہ نہ ہونا، سفر میں نماز وروزے کی تخفیف (رخصت) اور مسح کی مدت کا تین دن ہونا، یہ سب احکام دفعِ حرج (حرج کو دور کرنے) کی وجہ سے ہیں۔ لیکن بعض حضرات معمولی سی مشقت کو حرج میں داخل کر لیتے ہیں وہ غلط ہے تفصیل آگے آئیگی۔[7]

حرج کی اقسام: حرج کی دو اقسام ہیں۔ (۱) حرجِ عام (۲) حرجِ خاص۔

(۱)**حرجِ عام:** هو الذي لا قدرة للانسان في الانفكاك عنه غالباً ،

یعنی غالب طور پر اس سے بچنے سے انسان کو قدرت نہ ہو، (جیسے مٹی اور سبزہ سے پانی غالبا جدا نہیں ہوتا)۔

(۲)**حرجِ خاص:** ما كان في قدرة الانسان الانفكاك عنه غالباً،[8]

یعنی غالب طور پر انسان اس سے بچنے پر قادر ہو، (جیسے مُعَیَّن پانی میں پتوں کے گرنے سے تَغَیُّر)۔

---

[5] (مجموعہ رسائل ابن عابدین ،نشر العرف ،فی بیان معنی العرف، 2/ 154 ،دار الکتب العلمیۃ، الطبع : 2014م)

[6] (فواتح الرحموت کلي مشکك،مَسْأَلَةٌ، 1/ 135 ،اسلامک کتب،)

[7] (مسلم الثبوت مع حاشیۃ التعلیق المنعوت علی مسلّم الثبوت،مَسْأَلَةٌ: [اَلْحَرَجُ مَدْفُوْعٌ، وَهُوَ كُلِّيٌّ مُشْكِكٌ]، 1/ 205 ،دار الملک،)

[8] (عموم البلوی ، المبحث الاول صعوبۃ الشی، 1/ 75 ،مکتبۃ الرشد)

مندرج ذیل صورتیں حرجِ شرعی مشہور ہیں۔(۱)وہاں بچنے میں مُضَرَّت(دقت)ہو جیسے آنکھ کے اندر،(۲)مشقت ہو جیسے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی(۳)بعد علم واطلاع کوئی ضَرَرُ(نقصان)ومشقت تو نہیں مگر اسکی نگہداشت اس کی دیکھ بھال میں دقت ہے جیسے مکھی مچھر کی بیٹ۔

ازالہ وھم: بعض صاحبانِ حرج اور مشقت کا بہانہ بناکر غیر مَشْرُوعُ(ناجائز)امر کو مَشْرُوعُ(جائز)بنالیتے ہیں۔مثلاً:چین گھڑی کیلئے جبکہ یہ چین دھات سے ہے اور دھات کا استعمال غیر مَشْرُوعُ(ناجائز)ہے۔ایسی معمولی مشقات غیر معتبر ہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعد اطلاع(اطلاع ملنے کے بعد)ازالہ(دور کرنا)مانع(رکاوٹ)ضرور ہے۔مثلاً:جہاں مہندی،سرمہ آٹا،روشنائی،رنگ،بیٹ وغیرہ میں سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھی پائی تو اب نہ ہو کہ اسے یوں ہی رہنے دے اور پانی اوپر سے بہادے بلکہ چھڑالے کہ آخر ازالہ(جمنے کے بعد دور کرنے)میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں۔یہ بھی ایک مشقت ہے مگر معمولی۔(فتاوی رضویہ)

فائدہ: علامہ نجیم علیہ الرحمۃ الاشباہ میں فرماتے ہیں کہ مشقت وحرج ان مَوَاضِع میں معتبر ہے جہاں نص(قرآن وحدیث سے دلیل)نہ ہو اور جہاں مُعَارِضِ نص(قرآن وحدیث سے دلیل)موجود ہو وہاں غیر معتبر ہے۔نماز میں سپیکر کا استعمال اور گھڑی کی چین اسی قاعدہ پر ناجائز ہیں۔

قاعدہ: جو مشقت شریعت کو مطلوب ہے جیسے عبادات کی مشقت اور حدود وغیرہ کی مشقت اس کیلئے حرج تخفیف(رخصت)کا باعث نہیں بنتا،نیز حرج کے افراد مُتَفَاوُت(مختلف)ہیں لہذا یہ پہچاننے کے لئے کہ کونسا فرد مؤثر للتخفيف(رخصت کاذریعہ)ہے یا نہیں تو اس سلسلے میں دو امور قابل ذکر ہیں۔

(۱)لوگوں کی عادت اور عرف کے مطابق جو حرج ہو گا اسے حرج سمجھ کر مؤثر(اثر دار)مانا جائے گا۔

(۲)جہاں عرف نہ ہو تو پھر اس مشقت کی جنس میں شارع(شریعت)نے جس فرد کا اعتبار کیا ہے اس کے ساتھ موازنہ کرکے دیکھ لیا جائے گا جو مساوی یا بڑھ کر ہو وہ مؤثر ہو گا کم تر ہو تو غیر مؤثر ہو گا۔

ضَرَرْ: وہ تکلیف جس میں اس سے زیادہ یا مساوی(برابر)نفع نہ ہو وہ ضَرَرُ ہے۔

ضرورت:سید احمد حموی حنفی شارح الاشباہ نے فرمایا: فالضرورة : بلوغه حداً إن لم يتناول الممنوع هلك اوقاربه ۔[9](عالمگیری)

یعنی آدمی کا اس حد کو پہنچ جانا کہ اگر ممنوع چیز کو نہ کھائے تو ہلاک ہو جائے گا یا ہلاکت کے قریب ہو جائے۔(دُرَرُالاحکام)

هي الحالة الملجئة لتناول الممنوع شرعا[10]،یعنی ایسی حالت جو ممنوع شرعی(ناجائز کام)کے اِرتکاب پر مجبور کردے،اسے ضرورت کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:ضرورت یہ ہے کہ اس کے بغیر گزر نہ ہو سکے،جیسے وہ سوراخ جس میں بزور آدمی سما سکے،کھانے میں لقميات يقمن صلبه یعنی چھوٹے چھوٹے چند لقمے جو پیٹھ کو سیدھا کردیں،ادائے فرض کی طاقت دیں،[11]لباس میں خرقه توارى عورته یعنی اتنا ٹکڑا کہ ستر عورت کرے ۔[12]

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ضرورت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

---

[9] (الاشباه والنظائر مع شرحه غمز عيون البصائر للحموي،الفن الاول، القاعده الخامس ، 1/ 119 ،دار المطبعة العامرة)

[10] (عموم البلوى ، المبحث السابع ،ضرورت، 1/ 127 ،مكتبة الرشد)

[11] (فتاوی رضویہ ، بارق النور، جلد 1 حصہ دوم ، 1/ 844 ،رضاو فاونڈیشن)

[12] (فتاوی رضویہ ، بارق النور، جلد 1 حصہ دوم ، 1/ 845 ،رضاو فاونڈیشن)

پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کے حِفْظ (محفوظ رکھنے) کو اِقامَتِ شَرائِعِ الٰہیہ (اللہ کے احکام کو قائم کرنا) ہے، دِین و عَقْل و نَسَب نَفْس (جان) وَمال عِبادَتِ مَحْض (خالص عبادت) کے سوا تمام اَفْعال انہیں میں دَوْرہ (گردش) کرتے ہیں، اب اگر فِعْل (کہ تَرْک (چھوڑ دینا) بِمَعْنَی کَفّ (روکنا) کہ وہی مَقْدُور (قابو میں آنے والا) و وَزِیرُ التَّکْلِیف (ذمہ دارِ حکم) ہے نہ بِمَعْنَی عَدَم (نہ ہونے کے معنی میں) **كَمَا فِي الغَمْز** اگر ان میں کسی کا مَوْقُوف عَلَیْہِ (جس پر انحصار ہوا) ہے، کہ بغیر اس کے یہ فوت (ضائع) یا بِالقَرِیبِ فُوت (ضائع ہونے کے قریب) ہو، تو یہ مرتبہ ضَرُورَۃ (شدید ضرورت کا درجہ) ہے، جیسے دین کے لیے تَعْلِیمِ أَمَانِیَات (سلامتی کے اسباب) وفَرائِضِ عَیْن عقل و نسب کے لیے تَرْکِ خمر وزِنَا (شراب وزنا سے بچنا) نفس کے لیے اَکْل وشُرْب بقدرِ قِیَامِ بنیہ (جسم کی بقا کے لیے کھانا پینا) مال کے لیے **كَسْب وَدَفْعِ غَصْب وَأَمْثَالُ ذَلِك** (روزی کمانا اور مال کو غصب سے بچانا وغیرہ)۔ (13)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ضَرُورَۃ وہ اَمْر (چیز) ہے جو پانچ بنیادی چیزوں کے لیے مَوْقُوف عَلَیْہِ (لازمی شرط) ہو، اس کے بغیر یہ مَقَاصِدِ خَمْسَۃ (پانچ مقاصد) فُوت (زائل) ہو جائیں یا بِالقَرِیبِ فُوت (قریب زوال) ہو جائیں، یہ تعریف پہلی تَعَارِیف (تعریفوں) سے وَسِیع تَر (زیادہ جامع) ہے۔

قاعدہ: ضرورت کے تَحَقُّق (ثبوت) کے لیے حالتِ اِضْطِراری (مجبوری کی حالت) معتبر ہے۔

اضطرار عام ہے، خواہ بھوک و پیاس کا ہو۔ خواہ علاج و معالجہ کا ہو، خواہ عزتِ نفس اور غیرت ایمانی کا ہو، سب صورتوں میں ضرورت مُتَحَقَّق (ثابت) ہو گی، بھوک و پیاس کی اضطراری حالت میں مردار کھانے اور شراب پینے کی اجازت تو قرآن میں مذکور ہے، **المنثور في القواعد** میں اسی حالت میں مردار کھانے کو واجب قرار دیا ہے، **المضطر يجب عليه أكل الميتة وإن كانت حرامًا** (14)

البتہ علاج و معالجہ کے سلسلے میں کسی ماہر طبیب نے مردار یا شراب کا انتخاب کیا اور اس نے کھا پی لیا تو جواز اس کے لیے بھی ثابت ہے، لیکن نہ کھانے پینے سے گنہگار نہ ہو گا۔

پیاس ختم کرنے کے لیے شراب پینا جان بچانے کے سلسلے میں مُتَحَقَّقُ النفع (نفع کا یعنی جان کی حفاظت کا ثبوت) ہے، اس لیے اس کے ترک (چھوڑنے) پر گنہگار ہو گا۔ جس طرح باوجود قدرت کے نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار ہو گا بخلاف علاج کے (15)۔ حلال اشیاء سے بھی کسی نے علاج نہ کیا اور مر گیا تو گنہگار نہ ہو گا جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، کیونکہ شفاء مَظْنُون (ظنّی) ہے۔ اسی طرح **فتاوی خانیہ** میں ہے اگر کسی کو کفر باللہ (اللہ تعالی کا انکار) اور قتلِ مسلم اور تلفِ مال غیر کے مابین مجبور کیا گیا تو اس صورت میں تلفِ مال (مال کو ضائع کرنے) کی اجازت ہے، یہاں بھی تلف مال غیر (غیر کا مال ضائع ہونے) کے سلسلے میں ضرورت مُتَحَقَّق (ثابت) ہے۔

تفسیر خازن میں ہے کہ اضطرار تین قسم کا ہے، اضطرار یا تو اِکْرَاہ (مجبور کرنے) کی بناء پر ہو گا یا فقیر کی کشمکش میں بھوکا ہے کھانے کے لیے کوئی شئے نہیں مل رہی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان: **فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ** ؕ (البقرۃ:203) (یعنی اس پر کوئی گناہ نہیں) سے ان اقسام کی موجودگی میں تحریم ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے مردار حلال ہو جاتا ہے، یہ اِبَاحت (جواز) اُسی اِکْرَاہ (مجبوری) کے زوال تک رہے گی لیکن مَخْمَصَہ (شدید بھوک) اگر دائمی (مسلسل) ہے تو سیر شِکَم اَکلِ میتہ (16) اور اگر نادر (بھوک کم) ہے تو

---

[13] (فتاوی رضویہ، جلی النص، ، 21/ 205 ،رضا فاونڈیشن)

[14] (غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر ، [الْقَاعِدَةُ الثَّانِيَةُ إذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ] ، 1/ 335 ،دار الكتب العلمیۃ، الطبعة: الأولى، 1405هـ - 1985م)

[15]) یعنی علاج کے بعد مرا تو گنہگار نہیں ہو گا۔ (س رضا)

[16]) یعنی پیٹ بھر کر مردار کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ (س رضا)

اس میں اختلاف ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

اتنی مقدار کھالے جس سے سانس جاری ہو جائے اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے محظورات قطعیہ (حرام شئے) بھی حلال ومباح (جائز) ہو جاتے ہیں، خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، خواہ حقوق العباد سے (سوائے قتل مسلم کے) خواہ معاملات سے۔

حاجت: حاجت کی تعریف یہ ہے: إنّ الحاجَةَ تُطْلَقُ على نَفْسِ الافْتِقَار، وعَلى الشيْءِ الَّذِي يُفْتَقَرُ إِليه[17] (تاج العروس)

اصطلاح میں حاجتِ انسانی مجبوری کی اس کیفیت کا نام ہے جس میں اگر محتاج الیہ (حاجت روا) کو اختیار نہ کیا جائے تو مقاصدِ شرعیہ فوت یا قریب بہ فوت تو نہ ہوں گے، البتہ اس کے بغیر آدمی مشقت ودشواری میں مبتلا ہو جائے گا۔

علامہ سید احمد حموی فرماتے ہیں: الحاجة كالجائع الذي لو لم يجد ما يأكله لم يهلك ، غير أنه يكون في جهد ومشقة[18]

یعنی حاجت یہ ہے کہ مثلا: اگر بھوکا شخص کھانے کی کوئی چیز نہ پائے تو ہلاک نہ ہو گا البتہ مشقّت وحرج میں مبتلا ہو گا۔

حضرت ابو اسحاق شاطبی فرماتے ہیں: يحتاج إليه الناس لرفع المشقة ، ودفع الحرج عنهم ، فلا تختل بفقده حياتهم[19]

یعنی حاجت وہ ہے دفعِ مشقت ودفعِ حرج کے لیے جس امر کے لوگ محتاج ہوں اور اس کے مفقود (فوت) ہونے سے ان کی حیات مفقود (فوت) نہ ہو۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا الْحَاجِيَّاتُ1 ، فَمَعْنَاهَا أَنَّهَا مُفْتَقَرٌ إِلَيْهَا مِنْ حَيْثُ التَّوْسِعَةِ وَرَفْعِ الضِّيقِ2 الْمُؤَدِّي فِي الْغَالِبِ إِلَى الْحَرَجِ وَالْمَشَقَّةِ،[20]

یعنی حاجتوں کا مطلب ہے کہ وہ اُمور جن کی احتیاج (ضرورت) تنگی دور کرنے کے اور توسیع (کشادگی) حاصل کرنے کے لیے ہو اور وہ تنگی اکثر طور پر حرج و مشقت کا باعث ہو۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر توَقُّف (کسی شئے پر موقوف ہونا) نہیں مگر ترک میں طوق مشقت (چھوڑنے میں بھاری مشقت کا سامنا) وضرر و حرج ہے۔ تو حاجت جیسے: معیشت کے لیے چراغ کہ موقوف الیہ (اسکی طرف حاجت) نہیں، ابتدائے زمانہ رسالت (علی صاحبها افضل الصلوة والتحية) میں ان مبارک مقدس کاشانوں میں چراغ نہ ہونا ام المومنین رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں،

وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ[21] (رواه الشيخان)

مگر عام ضرورت کے لیے گھر میں بالکل روشنی نہ ہونا ضرور باعث مشقت وحرج ہے۔

---

[17] (تاج العروس ، حوج ، 5/ 395 ،دار تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة 1431)

[18] (الاشباه والنظائر مع شرحه غمز عيون البصائر للحموي،الفن الاول، القاعده الخامس ، 1/ 119 ،دار المطبعة العامرة)

[19] (فلسفة العبادات في الإسلام، 1/ 118 ،مكتبة دار العلوم، الطبعة 1975)

[20] (الموافقات،النَّوْعُ الْأَوَّلُ: فِي بَيَانِ قَصْدِ الشَّارِعِ فِي وَضْعِ الشَّرِيعَةِ ، 2 12 1 ، دار ابن عفان،الطبعة: الأولى، 1417 هـ - 1997 م)

[21] (مشكاة المصابيح،كتاب الصَّلَاة: بَاب السترَة،الْفَصْل الثَّالِث، 2 12 1 المكتب الإسلامي - بيروت،الطبعة: الثالثة، 1985)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حاجت یہ ہے کہ بے اس کے (اسکے بغیر) ضَرَرْ (تنگی) ہو جیسے مکان اتنا کہ گرمی جاڑے برسات کی تکلیفوں سے بچایا جا سکے، کھانا اتنا کہ جس سے ادائے واجبات و سنن کی قوت ملے، کپڑا اتنا کہ جاڑا روکے اتنا بدن ڈھکے جس کا کھولنا نماز و مجمع ناس میں خلاف ادب و تہذیب ہے۔[22]

حرج، حاجت اور ضرورت میں فرق: مطلق حرج میں فقط مشقت کا اعتبار ہے جبکہ ضرورت میں مشقت کے ساتھ کل یا بعض بدن کو یا مال اعراض یا عقل کو ضَرَرْ کا لاحق ہونا بھی معتبر ہے، حرج وہاں معتبر ہے جہاں نص (قرآن و حدیث سے دلیل) نہ ہو جبکہ ضرورتِ مواضع (ضرورت کے مقام کا) نص (قرآن و حدیث) میں بھی معتبر ہے۔(الاشباہ)

فائدہ: حاجت وہاں معتبر ہے جہاں نص (قرآن وحدیث سے دلیل) نہ ہو بخلاف ضرورت[23] کہ جیسا کہ مذکورہ بحث سے واضح ہے (یعنی وہاں نص معتبر ہے)، پس حرج، عام اور ضرورت خاص ہے، حاجت میں مشقت کے ساتھ ضَرَرْ (تنگی) کا اعتبار ہے، لیکن یہ ضَرَرْ اس ضَرَرْ سے کم تر ہے جو ضرورت میں مُحَقَّقْ (ثابت) ہوتا ہے، لہذا حاجت عام اور ضرورت خاص ہے، حرج کلی مشکک ہے، اس کے افراد آپس میں متفاوُت (مختلف) ہیں، بعض ضرورت کے درجہ میں ہیں، بعض حاجت کے مرتبہ میں نسبتِ افراد اَضْعَفُ (افراد کی نسبتیں ضعیف) ہیں، لہذا حرج کبھی حاجت کے ضِمن میں مُتَحَقَّقْ (ثابت) ہوتا ہے اور کبھی ضرورت کے ضِمن میں مُتَحَقَّقْ (ثابت) ہوتا ہے، پس حرج دونوں سے عام ہے۔

نوٹ: ضرورت حرام لعینہ[24] کی اِباحَت (جائز ہونے) یا رخصت میں مؤثر ہے جبکہ حاجت فقط حرام لغیرہ[25] کی اباحت (جائز ہونے) یا رخصت میں مؤثر ہے۔

تاثیر: اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے احکام کی گیارہ اقسام بیان فرمائی ہیں، ان میں سے فرض اعتقادی (اصطلاح عقائد) اور حرام اعتقادی (اصطلاح عقائد) پر ضرورت، اثر انداز ہوتی ہے نہ حاجت، کیونکہ تصدیق و اِذْعَانْ ان امور سے ہیں جو اِکْرَاہْ (ضرورت و مجبوری) کو قبول نہیں کرتے، فرضِ عملی قطعی اور حرام عملی قطعی ان میں ضرورت اثر انداز (یعنی وہاں ضرورت کے وقت رخصت) ہوتی ہے، حاجت، یہاں مؤثر نہیں، سوائے ان کے جن کا ذکر نُصوص (قرآن وحدیث) میں ہے۔ واجب عملی اور مکروہ تحریمی میں "حاجت "مؤثر ہے، اور ان کے نیچے کے درجات میں بھی حاجت مؤثر ہے۔

شرائط: حاجت اگر ممنوع شرعی کی ہو تو (۱) وہ شی حرام لعینہ نہ ہو بلکہ حرام لغیرہ ہو (تعریف اوپر گزری)، (۲) حاجت بالفعل (۳) ممنوع شی کا جائز متبادل نہ ہو (۴) اس درجہ یا اس سے زائد مُفْسِدَہْ لازم نہ آئے ۔

دینی ضروری مَصْلِحَتْ کا حصول: ہر ایسا عمل جو مقاصدِ خمسہ کیلئے فوت ہو وہ مفسدہ ہے اور اس کا دفع کرنا مصلحت ہے، (۱) اذان (۲) امامت، (۳) وعظ و تقریر، (۴) تعلیم قرآن، (۵) فقہ وغیرہ، سب عبادات کے قبیلہ سے ہیں لہذا ظاہر مذہب کے مطابق ان کی اجرت لینا حرام ہے لیکن متاخرین نے دینی ضرورت مصلحت کے حصول کیلئے ان کاموں کی اُجرت کو جائز قرار دیا ہے۔

---

[22] یعنی لباس اتنا ہو کہ انسان سردی سے بھی بچ جائے، اور اس کا جسم اس قدر ڈھکا ہو کہ وہ نماز جیسے مقدس عمل یا مجمع میں کھڑے ہونے کے قابل ہو۔ ایسا لباس جس سے حیا، تہذیب اور شریعت تینوں کی رعایت ہو۔ (س رضا)

[23] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ، الْفَائِدَةُ الثَّالِثَةُ: الْمَشَقَّةُ وَالْحَرَجُ، 1/ 72، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

[24] حرام لعینہ یعنی وہ چیز یا عمل جو اپنی ذات کی وجہ سے حرام ہو، نہ کہ کسی اور وجہ سے جیسے شراب، زنا وغیرہ۔ (س رضا)

[25] حرام لغیرہ، یعنی وہ چیز یا عمل جو اپنی ذات میں حلال یا جائز ہو، مگر کسی بیرونی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہو جیسے غیر کا مال استعمال کرنا، وقت نماز خرید و فروخت کرنا وغیرہ۔ (س رضا)

عنایہ میں ہے: وقال الإمام الخيزاخزي يجوز لزماننا للإمام والمؤذن والمعلم اخذ الأجر [26]

پر مصلحتِ حفظِ دین (دین کی حفاظت) کیلئے اس سے نیچے درجے والی مصلحتوں کو قربان کر دیا جائے گا، دھوکہ دینے کی غرض سے کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا اور جاسوسی کی غرض سے کافروں کی وضع اختیار کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

فساد موجود یا مَظْنُوْنٌ بِهٖ ظنِّ غالب کا ازالہ: اوپر مصلحت کے ساتھ فساد کا مفہوم بھی مذکور ہو چکا ہے یعنی امور خمسہ (مذکورہ بالا) میں سے کسی امر کیلئے جو فوت ہو وہ مُفْسِدَہ ہے لہذا تہذیب و تمدن اور حالات کی تبدیلی کے باعث شریعت کے کسی اصلی حکم پر عمل کی صورت میں شریعت کے مصالح (مصلحت) کا زوال یقینی ہو یا مظنون بہ (گمان) ظن غالب (گمانِ غالب) ہو تو ایسے فساد کو دور کیا جائے گا اور حکم اصلی پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ، یعنی فساد کا ازالہ تحصیلِ مصلحت پر مقدم ہے، لیکن اگر مصلحت فساد پر غالب ہو تو کبھی مصلحت بھی مقدم ہوتی ہے۔[27]

عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکنا، عورتوں کو چہرہ چھپانے کا حکم دینا اور عورت کے مرتد ہونے سے فسخِ نکاح (نکاح ختم کرنے) کا حکم نہ دینا، مزارات پر عورتوں کو حاضری سے منع کرنا، خَمْرُ کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات کو پینے سے منع کرنا، یہ احکام دفعِ فساد کی خاطر جاری کئے گئے ہیں، مصلحت غالب ہو تو مُفْسِدَہ پر مصلحت کے حصول کو ترجیح ہو سکتی ہے۔

علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کِذْب (جھوٹ)، مُفْسِدَہ و حرام ہے لیکن کسی بڑی مصلحت کے حصول کو متضمن ہو تو جائز ہے مثلاً صُلح کروانے کیلئے یا بیوی کی اصلاح کیلئے جھوٹ کی اجازت ہے [28] (یہاں کذب سے خالص جھوٹ نہیں بلکہ تعریفی کلمات مراد ہیں)۔

عُمومِ بَلوٰی: بعض اصولیین نے اصول فقہ میں عمومِ بَلْوٰی کی تعریف اس ثَمَرَہ کے ساتھ کی ہے اور بعض اصولیین نے لازمِ ثَمَرَہ کے ساتھ تعریف کی ہے۔

تعریف باعتبارِ ثَمَرَہ: وهي الحاجة إلى معرفة حكم الحادثة التي عمت بها البلوى [29] یعنی کثیر الوقوع حادثہ کے جاننے کی حاجت عمومِ بَلْوٰی ہے۔

تعریف باعتبارِ لازمِ ثَمَرَہ: اشتهار الأمر وانتشاره ، وعموم العلم به المكلفين [30]

یعنی کسی امر کا ذائع و شائع ہونا اور مُکَلِّفِیْنْ کو اس کے علم کا عام ہونا۔

یہ دونوں تعریفیں عموماً اصولیین خبر واحد کے سلسلے کی بحث میں لکھتے ہیں،

---

[26] (البناية شرح الهداية ، كتاب الإجارات ، الاستئجار على الغناء ، 10/ 282 ، دار الكتب العلمية،الطبعة: الطبعة: الأولى، 1420 هـ - 2000 م)

[27] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ، الْخَامِسَةُ: وَنَظِيرُ الْقَاعِدَةِ الرَّابِعَةِ قَاعِدَةٌ خَامِسَةٌ:، 1/ 87، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1999 م)

[28] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ، الْخَامِسَةُ: وَنَظِيرُ الْقَاعِدَةِ الرَّابِعَةِ قَاعِدَةٌ خَامِسَةٌ:، 1/ 87، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1999 م)

[29] (عموم البلوى ، المبحث الثاني ،حقيقة عموم البلوي.... ، 1/ 47 ،مكتبة الرشد)

[30] (عموم البلوى ، المبحث الثاني ،حقيقة عموم البلوي.... ، 1/ 51 ،مكتبة الرشد)

بعض اصولیین دونوں اعتبار سے تعریفوں کو جمع کر کے ایک تعریف کرتے ہیں، بعض عمومِ بَلْوٰی کے ثَمَرَۃ اور لغوی معنی کے اعتبار کو جمع کر کے تعریف کرتے ہیں مثلاًیوں کہتے ہیں:

عموم الوقوع الحادثة و كثرة تكرره ومسيس الحاجة الى معرفة حكم الحادثة من جميع المكلفين أو أكثرهم[31]

اس تعریف میں عموم وقوع الحادثہ اور کثرتِ تکرار کے الفاظ لغوی معنی کی طرف راجع۔

"حاجۃ الکل" عمومِ بَلْوٰی کے ثَمَرَۃ کے قبیلہ سے ہے جبکہ کثرۃ اور تَکَرُّرْ عمومِ بَلْوٰی کے لغوی معنی کے قبیلہ سے معتبر ہے،[32]

بعض نے معنی،نَوِی ثَمَرَۃ(نیت کا ثمرہ)اورلازمِ ثَمَرَۃ تینوں کو تعریف میں جمع کیا ہے،اس میں تین امور ہیں۔

)ا (معرفت حکم کی حاجت عامہ(۲) کثرت سوال کا تقاضہ(۳) حکم کا تواتر سے منقول ہونا۔

مسلم بن محمد دوسری اپنی کتاب عمومِ بَلْوٰی ۵۵ میں لکھتے ہیں، فقہ کے متقدمین فقہاء کی کتب میں عمومِ بَلْوٰی کی تعریفِ اصطلاحی صراحت پر نہیں ملی، غالب طور پر فقہاء کرام عبادات اور نجاسات سے طہارت اور انکی معافی کا حکم بیان کرتے ہوئے عمومِ بَلْوٰی کا ذکر کرتے ہیں، بالخصوص نجاسات کی تعریفوں سے متعلق جب بحث کرتے ہیں تو عمومِ بَلْوٰی کی علت کا ذکر صراحتاً یا اشارۃً ضرور کرتے رہتے ہیں، عموماً مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں:

عُسْرُ الْاِحْتِرَازْ ، عُسْرُ الْاِنْفِكَاكْ، عُسْرُ التَّخَلُّصْ، تَعَذُّرُ الْاِحْتِرَازْ لِعِآمَّةِ الْمُكَلِّفِيْنْ، حرج، اَلْمُشَقَّةُ اِنَّهَالَازِمَةٌ لِذَلِكَ الْفِعْلِ وغیرہ۔[33]

اس کے علاوہ دیگر کتب وابواب فقہ کے ساتھ بھی عمومِ بَلْوٰی کا تعلق ہے، اگر چہ اُن مَواضِعْ(مقامات) میں فقہاء کرام دوسرے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:الضرورة العامة، الضرورة الماسة حاجة الناس کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، یہاں تک تو متقدمین فقہاء کے بارے میں ذکر کیا گیا، متاخرین فقہاء کرام نے ان سے متعلقہ ابواب میں العسر و عمومِ بَلْوٰی کے عنوان قائم ہیں، پھر کلمہ عسر کی تعریف الگ اور عمومِ بَلْوٰی کی تعریف الگ الگ بیان کی ہے۔[34]

عُسُرْ کے معنی میں خصوصیت کا احتمال موجود ہے اس لیے کہ لفظ عُسُرْ شمول یا عموم پر دلالت نہیں کرتا جبکہ عمومِ بَلْوٰی شمول کے معنی پر دال ہے، اس اعتبار سے دونوں میں ایک قسم کا فرق ہے لیکن یہ فرق فقط لغوی معنی کے اعتبار سے ہے، عسر اور عمومِ بَلْوٰی کی تطبیقات شرعیہ کے لحاظ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عسر عمومِ بَلْوٰی کی تعریف میں قید ہے۔ کیونکہ عمومِ بَلْوٰی کے باعث جب کسی حادثہ کا وقوع جمیع یا اکثر مکلفین کو یا ان کے احوال کو یا کسی ایک مُکَلَّفْ کے احوال کو شامل ہوتا ہے تو پھر اس حادثہ سے احتراز (بچنا) یا اس پر عمل سے مُسْتَغْنَاء(بے نیاز ہونا) دشوار ہو جاتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ عُسُرْ اپنے دونوں معانی کے لحاظ سے عمومِ بَلْوٰی کی تعریف کا جزء ہے اور عُسُرْ کے لغوی معنی کا یہاں اعتبار نہیں ہے۔

عُسْرْ کے معانی:(ا)عُسْرُ الْاِحْتِرَازْ یعنی بچن دشوار ہو۔(۲)عُسْرُ الْاِسْتِغْنَاءْ یعنی بے پرواہ ہونا۔

---

[31] (عموم البلوى ، المبحث الثاني ،حقيقة عموم البلوي، 1/ 52 ،مكتبة الرشد)

[32])حکم جاننے کی حاجت ثَمَرَۃ ہے اور عموم الوقوع ہونا لغوی معنی ہے۔ (س رضا)

[33] (عموم البلوى ، المبحث الثاني ،حقيقة عموم البلوي ج 1 ص 55 الي 57،مكتبة الرشد)

[34] (عموم البلوى ، المبحث الثاني ،حقيقة عموم البلوي، 1/ 57 ،مكتبة الرشد)

عمومِ بَلْوٰی کا تَحَقُّق: صاحبِ عمومِ بَلْوٰی نے ص ۵۷ میں لکھا ہے کہ عسر جب کسی ایک معنی کے اعتبار سے مُتَحَقَّق(ثابت) ہو اور اس کے ساتھ عمومِ بَلْوٰی کے اسباب میں سے کوئی ایک سبب مُتَحَقَّق(ثابت) ہو جائے تو عمومِ بَلْوٰی مُتَحَقَّق(ثابت) ہو جاتا ہے، علامہ نے عمومِ بَلْوٰی کے دس اسباب بیان کیے ہیں عنقریب ان کا بیان آئے گا۔[35]

عمومِ بَلْوٰی: وہ امر ہے جو بلادِ کثیرہ(کثیر شہروں) میں بکثرت رائج ہو، عوام وخواص اس میں مبتلا ہوں اور اس سے بچنا دشوار اور باعث حرج ہو۔

فائدہ: یہ تعریف تین قصوں پر مشتمل ہے، (۱) بلادِ کثیرہ(کثیر شہروں) میں بکثرت رائج ہو، (۲) عوام وخواص کا اِبتلاء(مبتلاء ہونا)، (۳) بچنا دشوار اور باعث حرج۔[36] دفع الحرج عن المسلمين فان أكثر هم مبتلون بتناوله[37]۔

خلاصہ: بلادِ کثیرہ(کثیر شہروں) میں رائج ہونا اور عوام وخواص کا مبتلا ہونا یہ عرف وتعامل کا نتیجہ ہے۔ جبکہ بچنا دشوار اور باعث حرج ہونا یہ حاجت یا ضرورت کی صورت میں ہوتا ہے لہذا اس تعریف کے مطابق ضرورت یا حاجت کے ساتھ جب عرف عام اور تعامل جمع ہو جائے تو عمومِ بَلْوٰی کا تَحَقُّق(ثبوت) ہو جائے گا، ضرورت وحاجت اور عرف وتعامل کے اسباب مختلف ہیں، یہی اسبابِ مختلفہ عمومِ بَلْوٰی کا باعث بنتے ہیں، عمومِ بَلْوٰی میں عمومِ بَلْوٰی کے کل دس اسباب بیان کیے گئے ہیں، جب عسر کے کسی ایک معنی کا ہو اور اس کے ساتھ عمومِ بَلْوٰی کے دس اسباب میں سے کوئی ایک مُتَحَقَّق(ثابت) ہو تو عمومِ بَلْوٰی تَحَقُّق(ثبوت) ہو جائے گا۔

عُسْر: (۱) عسر الاحتراز او تعذره، یہ غالب طور پر ان امور کے ساتھ مُخْتَصّ(خاص) ہے جو مُکَلَّف کے اختیار سے باہر ہے۔

(۲) عسر الِاسْتِغْنَاءْ او تعذره، یہ غالب طور پر امورِ اختیاریہ(بندے کے اختیار والی شئے) کے ساتھ مُخْتَصّ(خاص) ہے۔

(۱) عمومِ بَلْوٰی سے بحث اس جہت سے ہو یہ مشقة وشدة جالبة للتيسير[38] کو متضمن ہوتی ہو تو اس کی بحث کا مَحَل کُتبِ قواعد اور فروع فقہیہ ہیں غالب طور پر اور اگر بحث اس جہت سے ہو کہ حادثہ کے حکم کی معرفت عمومِ بَلْوٰی کے تحقق کی صورت میں کثرت ہو اور ذائع وشائع ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور اس کی بحث کتبِ اصول میں ہے۔[39]

(۲) عمومِ بَلْوٰی کے اسباب کی اَمْثِلَہ میں قاری بسا اوقات مشابہت ملاحظہ کرتا ہے اس طرح کہ بعض اوقات اَمْثِلَہ کا ایک سے زائد اسباب کے تحت آنا ممکن ہو گا تو متعدد جہتوں کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس جیسا موضوع اس سے خالی نہیں ہوتا لہذا بعض اَمْثِلَہ کا ایک سے زائد اسباب کے تحت آنا اجتہاد کا نتیجہ ہے اور اس میں مختلف ممکنہ جہتوں کا ثَمَرَہ(فائدہ) ہے۔

---

[35] (عموم البلوى ، المبحث الثاني ،حقيقة عموم البلوي، 1/ 57 ،مكتبة الرشد)

[36] (عموم البلوى ، المبحث الثاني ،حقيقة عموم البلوي، 1/ 58 ،مكتبة الرشد)

[37] (مجموعة رسائل اللكنوي،زجر ارباب الريان، 1/ 72 ،إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، الطبع 1998م)

[38] (ایسی شفقت اور ایسی شدت جو آسانی لانے والی ہو)۔(س رضا)

[39] (عموم البلوى ، فصل الثاني ،الاسباب العامة لعموم البلوي، 1/ 69 ،مكتبة الرشد)

اسبابِ عشرہ: وفعل مُكَلَّفْ بِہ(حکم شرع) کا کسی ایسے امر کو مُتَضَمِّن (شامل) ہونا جس کا دفع کرنا اور اس سے خُلَاصی (چھٹکارہ) پانا قیامِ فعل کیلئے دشوار ہو نیز وہ فعل مُكَلَّفْ بِہ(حکم شرع) اس امر مُتَضَمِّن کے عدم اعتبار (اعتبار نہ ہونے) کا مقتضی (تقاضہ کرتی) ہو یہ سب عُسر احتراز کی ایجاد میں نہایت مؤثر ہے۔

مثالیں: مثلاً: سڑکوں کی مٹی اکثر نجس ہوتی ہے مگر اپنے جسم و کپڑوں کو اس سے بچانا دشوار ہونے کی وجہ سے اس سے معافی دے دی گئی ہے پس اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔

(۲) روزہ دار کے حلق میں مکھی مچھر، راستے کا غبار، چکی کا آٹا پسا ہوا، دھواں وغیرہ داخل ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ ان سے احتراز (حرج) معتبر ہے۔

(۳) **خطاء فی الاجتهاد** سے بچنا مُتَعَذَّر (ناممکن) ہے، لہذا اسی وجہ سے خطا کے باعث گناہ نہ ہو گا۔

فائدہ: اسکی حد بندی دشوار ہے کیونکہ زمانوں اور جگہوں کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے، اوّلاً لوگوں کے عرف کا اعتبار ہو گا، اگر لوگوں کی عادت و عرف پر اس سے بچنا معتبر ہو تو اس کا اعتبار کرایا جائے گا، اگر کوئی عرف نہ ہو تو پھر شارع نے جس مشقّت کا اعتبار کیا ہو اس مشقت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہو وہ مشقت جو اس سبب سے پیدا ہونے والی ہو، جنس کے اعتبار سے مُمَاثِل (مشابہ) ہو یا اَزْیَدْ (زیادہ) ہو اگر اس سبب سے پیدا شدہ مشقّت شارع کی اعتبار کردہ جنس کے اعتبار سے اَنْقَصْ (کم) ہو تو پھر اس کا اعتبار نہ ہو گا۔

کسی فعل یا حال کا بار بار وقوع ہونا اس طرح کہ اس سے احتراز (بچنا) دشوار ہو یا اس عمل کے ارتکاب سے اِسْتِغْنَاء (بے نیاز ہونا) مشکل ہو۔

کسی فعل کا تکرار مشقت تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان مقدس بھی اس پر دال ہے،

فَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ»، [40] یعنی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مشقت کے باعث مسواک کو ہر نماز کے ساتھ واجب قرار نہیں دیا۔

اسکی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں: وضو میں مسح موزوں کا جواز اور چٹیوں کو وضو کے وقت نہ اتارنے کا جواز، وضو میں سر دھونے کی بجائے فقط مسح پر اکتفاء، ڈھیلے سے استنجاء کا جواز، بچوں کے تعلم کیلئے قرآن کو چھونے کا جواز بلا وضو، حائضہ کو نماز کی معافی، نمازوں کے متکرر ہونے کے باعث مجنون کو حالت جنون والی نمازوں کی معافی افاقہ کے بعد اور کافر کو حالت کفر والی نمازوں کی معافی اسلام لانے کے بعد وغیرہ، ان سب مثالوں میں تکرار کے باعث مشقت لازم آتی ہے، اس لیے تخفیف کی جاتی ہے۔

اعتبارِ تکرار: اوّلاً کسی شئے کے تکرار کے باعث مشقت کے لزوم پر شارع کی جانب سے تعیین پر کوئی دلیل موجود ہو تو اس تعیین کا اعتبار کریں گے جیسا کہ گزشتہ مثالوں سے واضح ہے، اگر شارع کی جانب سے دلیل نہ ہو تو پھر شارع اگر تکرار سے ایسی مشقت لازم آئے جس کے بغیر اکثر اوقات عبادات اداء نہیں ہو سکتیں تو اس مشقت کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسے سخت سردی میں بار بار وضو کرنا اور اگر اس مشقت کے بغیر اکثر اوقات وہ عبادات ادا ہو جاتی ہیں یا اس مشقت کا تعلق معاملات سے ہے تو اس صورت میں اولاً لوگوں کے عرف وعادت کا اعتبار ہو گا، اگر عادۃ وہ مشقت ان عبادات میں یا عرف و عادت نہ ہو تو پھر جس جنسِ مشقت کا شارع نے اعتبار کیا اس کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھ لیا جائے گا اسکے برابر مشقت ہو تو معتبر ہو گی۔

---

[40] (المصنف، كتاب الطهارة، ما ذكر في السواك، 2/ 321، الحديث 1802، دار كنوز، الطبعة: الأولى، 1436 هـ - 2015 م)

(۳) کسی فعل یا حالت کا وقوع مُکلّفین کے لیے عام ہو یا مُکلّفین کی کثیر جماعت کے احوال میں عموماً یعنی عموم کے ساتھ ہو یا جماعت کثیرہ کی حالت واحدہ میں پایا جائے، اس طرح کہ اس سے بچنا دشوار ہو یا اس عمل کے ارتکاب سے اِسْتِغْنَاءْ(مذکورہ) دشوار ہو۔

امثلہ: بلّی کے لوگوں کے ساتھ اختلاط عام ہونے اور برتنوں کے ساتھ مُلَابَسَتْ(ملاپ) کثیر ہونے کے باعث جھوٹے(بلی کے منہ لگے ہوئے شئے) کو پاک قرار دیا گیا، اسی طرح مسِ عورت(عورت کو چھونا) اور مس ذکر(شرمگاہ کو چھونے) کو مردوں کے لیے ناقض الوضوء قرار نہیں دیا گیا اسی طرح عبادات مثلاً اذان، امامت تعلیم پر اجرت کا جواز، اس زمانے میں مسجدوں کو تالے لگانا عام ہے وغیرہ ذٰلک۔

اعتبار شیوع: اولا دلیل شارع اس شیوع(غیر معین شئے) کی تعیین تو کرے وگرنہ عرف وعادت کا اعتبار ہو گا جیسا کہ گذشتہ سطور میں گذرا ہے، اگر عرف نہ ہو تو پھر اس جنس کی مشقت جہاں شارع کے اعتبار سے ہے اس کے ساتھ موازنہ کرکے دیکھا جائے گا برابر یا زیادہ مشقت ہونے کی صورت میں معتبر ہو گی۔

(۴) مکلفین کے جمیع احوال میں یا ایک مکلف کے جمیع احوال میں کسی فعل یا حال کا کثرت یا امتداد از منہ(کثرت) کے ساتھ اس طرح موصوف ہونا کہ اس سے احتراز دشوار ہو۔

امثلہ: نفاس کا زمانہ ممتد(زیادہ) ہونے کی وجہ سے نمازوں کی معافی، مُسْتَحَاضَہ کثیر یعنی ممتد خون(زیادہ خون نکلنے) والی کے لیے ہر نماز کے لیے وقتِ نماز کے وضو کا کافی ہونا مسلس البول(کثرتِ پیشاب) کا مریض ہونا اور جس کا زخم نہ رکھتا ہو اور وہ مریض جن کا حدثِ مُسْتَمِرْ(معذورِ شرعی) ہو انہیں ہر نماز کے لیے وہ ایک بار وضو کرنے پر اکتفا کرنے کا حکم وغیرہ۔

اعتبارِ کثرت: اولاً دلیلِ شارع ثانیاً عرف وعادت ثالثاً موازنہ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزرا ہے۔

(۵) کسی فعل قلیل یا حالتِ قلیلہ کا عام مکلفین کے عام احوال میں حالت واحدہ(ایک حالت) میں واقع ہو یا کسی ایک مُکَلَّفْ عام احوال میں اس طرح واقع ہونا کہ اس سے بچنا دشوار یا اس عمل سے اِسْتِغْنَاءْ مشکل ہو۔ مثلاً مچھر وغیرہ کا قلیل خون کپڑے کو لگے، قلیل نجس، دھواں کا کپڑوں کو لگنا، اسی طرح قلیل اِسْتِجْمَارْ[41] اور پیشاب کے باریک چھینٹے قلیل ستر کا نماز میں کھلنا۔ نماز میں عملِ قلیل، ہونے کی کثیر سونے کے ساتھ بیچ میں تفاضل قلیل(کم نیند)، کبھی نکاح میں ایجاب وقبول کے درمیان قلیل خطبہ کا ہونا وغیرہ، ان سب مثالوں میں فعل یا عمل کے قلیل ہونے کے باعث تخفیف دی گئی۔

(۶) عام مکلفین کے عام احوال یا حالت واحدہ میں یا کسی ایک مکلف کے عام احوال میں کسی فعل یا حال کے وقوع کا ضَرَرْ پر مشتمل ہونا، اس طرح اس سے بچنا دشوار یا اس عمل سے اِسْتِغْنَاءْ دشوار۔ مثلا عقود جائزہ کا لازم قرار نہ دینا، مرد کے لیے ایک بیوی پر اکتفاء کا لازم قرار نہ دینا، باری اور دیگر معاملات میں عدم استطاعت کے باعث چار سے زائد بیویوں کی اجازت نہ ہونا، تنافر بین الزوجین(میاں بیوی کے درمیان تلخی) کی صورت میں طلاق کی مَشْرُوعِیت اور خلع وغیرہ، یہ سب امور ضَرَرْ سے بچانے کے لیے مَشْرُوعْ(جائز) کیے گئے ہیں۔

(۷) وہ اضطراری(مجبوری) حالت جو ممنوع شرعی(ناجائز کام) کے ارتکاب کو شامل ہو، ممنوع شرعی(ناجائز کام) کے ارتکاب پر کر دینے والی حالت اس طرح کہ اس سے بچنا دشوار ہو یا ارتکاب سے اِسْتِغْنَاءْ مشکل ہو، خواہ جمیع احوال سے متعلق ہو، خواہ حالت واحدہ(ایک حالت) سے متعلق ہو، خواہ مکلف واحد کے عام احوال سے متعلق ہو۔

---

[41] (پاکی کے لئے کم پتھروں کا استعمال کرنا)۔(س رضا)

اَمْثِلَہْ: شہر کے وسیع ہونے اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک شہر میں متعدد نماز جمعہ قائم کرنا، حائضہ کے لیے طواف افاضہ[42] کی رخصت، بعض نجاستوں مثلاً رَوْثٌ (گوبر) اور رجیع (گیلا گوبر) کا استعمال کرنا اور ان کی بیع کا جواز، طبیب کے سامنے کشف عورت (ستر کا کھولنا)، تحمل شہادت (گواہ مقرر کرنے) کے لیے اجنبیہ کو دیکھنا، بھوک میں میتہ اور لحم خنزیر (مردار اور خنزیر کا گوشت) کھانا، بعض صورتوں میں قاضی کا عورتوں کی شہادت قبول کرنا، فاسق کی شہادت قبول کرنا۔

(۸) بڑھاپا ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے عمر لمبی ہو جاتی ہے، بڑھاپے میں اکثر بدن میں کمزوری آجاتی ہے، بعض عبادات میں کافی مشقت ہوتی ہے ان کی ادائیگی میں اسے ہَرَم، زمانہ اور شیخوختہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی شیخ خانی کہا جاتا ہے، بڑھاپے کی وجہ سے عبادات کی **علی وَجْہِ الطَّلَبْ** (مقررہ وقت پر) ادائیگی میں مشقت سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے اور بڑھاپے میں عموم احوال کی جہت سے آتا ہے اور **علی وجہ الدوام** (ہمیشگی کی صورت میں) ہوتا ہے، اشخاص کے اعتبار سے بھی عموم ہیں، کیونکہ لوگوں کی ایک خاصی تعداد بڑھاپے میں پہنچتی ہے، بڑھاپے کی وجہ سے تخفیف کی امثلہ درج ذیل ہیں۔

مثال: بڑھاپے کی وجہ سے جمعہ اور صلاۃ مع الجماعت (جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے) میں زیادہ مشقت ہو تو گھر میں پڑھنے کی رخصت ہے، حج میں نائب بنانا، روزے میں فدیہ دینا، وہ مرض جس میں تندرست ہونے کی امید نہ ہو (مرض الموت) وہ بھی احکام میں اس (شیخ فانی) بڑھاپے کے ساتھ لاحق ہے۔ یعنی مرض الموت والا شخص شیخ کبیر کیساتھ لاحق ہے۔

اعتبار کِبَرِ سِنٌ (بڑھاپا) **والمرض:** جن عبادات کی ادائیگی میں بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ مشقت ہو اور **علی وجہ المطلوب** (وقت پر) ادائیگی سے عاجز آجائے ان میں بقدرِ ضرورت و رخصت ہے، جن میں مشقت نہیں ان میں رخصت نہیں ہے، مشقت کا وہم معتبر نہیں، غلبہ ظن ضروری ہے، اسی طرح مرض کے بارے میں غلبہ ظن ہو کہ اس سے تندرست نہ ہو گا یا ماہر طبیب غیر فاسق کہے کہ یہ بڑھاپا **علی وجہ المطلوب** (وقت پر) عبادت کی ادائیگی کیلئے مشقت کا باعث ہے، اسی طرح وہ مرض جس کے بارے میں ماہر طبیب بتائے کہ تندرستی کی امید نہیں، بہر حال جن عبادات میں جتنی مشقت اس عارضہ کی وجہ سے زائد ہو گی اس کے بقدر تخفیف آجائے گی۔ عام مکلفین کو پیش آنے والا ایسا فعل جس سے اِسْتِغْنَاءْ دشوار ہو۔

مثالیں: کئی عقود (عقد) کے لیے تَعَامُلْ کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً: سَلَمْ، اجارہ، عاریہ، قرض، وکالت، ودیعت، مضاربت، قراض، ساقاۃ، حوالہ، رھن، کفالہ، حجر، اگر ان کو ناجائز کہا جائے تو عظیم مشقت درپیش ہو، پس دفعِ مشقت کے لیے ان عقد پر تَعَامُلْ (عمل) جائز ہے۔

عام مکلفین کے عام احوال میں بارش وغیرہ کا وقوع عام ہو کسی خاص حالت میں بارش کا وقوع عموم کے ساتھ ہو جس کے سبب **عسر الاحتراز** لازم آئے تو یہ بھی تخفیف (رخصت) کا سبب ہے۔

مثالیں: بارش کی وجہ سے زمین پر نماز دشوار ہو تو مسافر کو سواری پر نماز کی اجازت، بارش کیچڑ وغیرہ کی وجہ سے نماز جمعہ اور جماعت میں حاضری کی رخصت وغیرہ، سردیوں کی اندھیری رات میں سخت سردی، سخت آندھی، زلزلہ، ظہر میں گرمیوں میں سخت گرمی، خفیف مستمر بارش (مسلسل ہلکی بارش) وغیرہ کو بھی مطر وحل وثلج (برف، اولے وغیرہ) کے ساتھ لاحق کرنا ممکن ہے۔

---

[42] منیٰ سے بیت اللہ کی طرف واپس آکر کیا جانے والا طواف۔ (س رضا)

فائدہ: مشقت کا اعتبار عرف وعادت کے مطابق ہو گا جس کا مسجد پڑوس میں ہو انہیں مشقت نہ ہونے کے باعث تخفیف نہ ہوگی، تمام راستوں میں کیچڑ ہونے کا اعتبار ہے، بعض اوقات راستے میں گڑھے ہوتے ہیں پانی کی وجہ سے پتا نہیں چلتا، لہذا نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہذا مشقت دور کرنے کے لیے ان حالات میں تخفیف ہوگی۔

انتباہ: شریعتِ مطہرہ کے بعض مسائل واحکام عرف وعادت پر چلتے ہیں بعض لوگ دھوکہ دیتے ہوئے عادت وعرف کو نظر انداز کر کے شرع کا حکم سُنا کر انہیں شرک وبدعت کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً عادت وعرف میں نذرو نیاز ہدایا و تحائف پر مشتمل ہوتے ہیں مثلاً عوام اہل اسلام کہتے ہیں کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نذرو نیاز، تو یہ لوگ کہنے والے کو مشرک اور اسکے عمل کو شرک کے فتوی سے داغتے ہیں۔

حالانکہ ایسے مفتیوں کو یقین ہے کہ عرف وعادت کو فقہائے کرام نے بڑی اہمیت دی ہے فقہ کے کثیر مسائل کا حکم عرف وعادت پر مبنی ہے **مبسوط** میں ہے کہ جو چیز عادت اور عرف کے ذریعہ ثابت ہو جائے وہ ایسی ہے جیسے نص شرعی سے ثابت ہو۔ **ردالمحتار جلد پنجم** میں جہاں نابالغوں کے سنِ بلوغ سے بحث کی گئی ہے اُس موقع پر فرمایا کہ "ان معاملات میں جہاں نص شرعی موجود نہ ہو عرف وعادت ہی شرعی محبت ہے۔ امام شہاب الدین القرانی فرماتے ہیں احکام عرف اور عادت کے ساتھ ساتھ نافذ ہوتے رہتے ہیں "۔

فقیر یہاں عادت وعرف کی مختصر بحث کر چکا ہے تاکہ دھوکہ باز دھوکہ نہ دے سکیں ۔

"قواعدِ عادت وعرف"

قاعدہ نمبر ا: کبھی عادت ایک ہی دفعہ سے ثابت وتسلیم ہو جاتی ہے جیسے وہ لڑکی ہے پہلی بار حیض آیا تو جتنے دن یہ رہے گا اتنے ہی دن اس کی عادت شمار ہوگی یہی وجہ ہے کہ تربیت کردہ شکاری کتے کی عادت اس وقت تسلیم ہوگی جب و مسلسل تین بار شکار کر کے اُسے نہ کھائے ۔[43]

قاعدہ نمبر ۲: عرف وعادت کا اعتبار اس وقت ہے جب وہ عام ہو اور غالب ہو جب تک عام لوگوں میں اسکا رواج نہ ہو جائے اس کو حکم شرعی کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔[44]

قاعدہ نمبر ۳: عادت اور عرف جب عام رواج ہو جائیں تو کیا وہ شرط کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں **فتاوی ظہیریہ بحث الاجارہ** میں ہے:

والمعروف عرفا كالمشروط شرطا[45] **بزازیہ** میں ہے: **المعروف عرفا كالمشروط شرعاً**.[46] **یعنی** مشروط عرفی مشروط شرعی کی طرح ہے۔

قاعدہ نمبر ۴: الفاظ کا مفہوم حقیقت کے خلاف عرف پر اس وقت محمول کیا جائے گا جب وہ عرف ایک زمانے سے چلا آرہا ہوں۔ کسی نئے رواج و عرف پر الفاظ کو حقیقت کے خلاف محمول نہ کیا جائے۔ اسی لئے کہ فقہاء فرماتے ہیں: **لَا عِبْرَةَ بِالْعُرْفِ الطَّارِئِ**[47] نیز یہ کہ عرف کا اعتبار معاملات میں

---

[43] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ،الفن الاول الْأَوَّلُ: الْعَادَةُ فِي بَابِ الْحَيْضِ:، 1/ 80، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

[44] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ،الفن الاول الْأَوَّلُ: الْعَادَةُ فِي بَابِ الْحَيْضِ:، 1/ 81، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

[45] (حاشية ابن عابدين ،كِتَابُ الْوَقْفِ: [مَطْلَبٌ مَتَى ذَكَرَ الْوَاقِفُ شَرْطَيْنِ مُتَعَارِضَيْنِ]:، 4/ 448، شركة مكتبة ،الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

[46] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ،الفن الاول الْأَوَّلُ: الْمَبْحَثُ الثَّالِثُ: الْعَادَةُ الْمُطَّرِدَةُ هَلْ تَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الشَّرْطِ؟:، 1/ 84، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

[47] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ،الفن الاول الْأَوَّلُ: الْمَبْحَثُ الرَّابِعُ: الْعُرْفُ الَّذِي تُحْمَلُ عَلَيْهِ الْأَلْفَاظُ؟:، 1/ 86، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

ہے تعلیق(طلاقِ معلقہ) میں نہیں تعلیق(طلاقِ معلقہ) میں وہ اپنے حقیقی معانی اور اصلی مفہوم میں لیا جائے گا۔ جیسے: کسی ظالم بیوی نے اپنے شوہر سے کہلوایا کہ اگر میں تیرے اوپر کسی اور عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق۔ اس نے یہ کہہ دیا اور نیت یہ کی کہ اگر میں تیرے اوپر یعنی کندھوں پر یا کمر پر بٹھا کر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق۔ تو اسکی یعنی شوہر کی نیت کے مطابق عمل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے الفاظ سے حقیقی معانی مراد لیے ہیں اور اس کی بیوی نے ظلماً اسے یہ قسم دلائی تھی اور مظلوم کی نیت اس کی قسم میں تعبیر ہے۔ نیز اس کا یہ کلام از قسم تعلیق ہے اور تعلیق میں عرف کا اعتبار نہیں اس لیے اس کا کلام عرف پر محمول نہیں کیا جائیگا اور اگر وہ کسی عورت سے نکاح کریگا تو اسے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ثابت ہوا کہ بعض مسائل عرف کے خلاف بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ امور مفتی محقق کو معلوم ہوتے ہیں۔[48]

قاعدہ نمبر ۵: عرف اور شرع میں جب تضاد ہو گا تو عرف کا استعمال مقدم رکھا جائے گا خصوصاً ایمان وقسم میں،[49] اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ چراغ سے روشنی حاصل نہیں کریگا، روشنی حاصل کی تو وہ حانِث(قسم توڑنے والا) نہیں ہو گا۔ یعنی اس کی قسم نہ ٹوٹے گی، اگرچہ قرآن کریم میں زمین کو فراش اور بساط فرمایا گیا ہے اور سورج کو سراج فرمایا گیا ہے مگر یہاں اسکے عرفی معنی مراد لیے جائیں گے۔ یہاں ان جاہلوں کا رد واضح ہے جو کہتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا قدم جملہ اولیاء پر ہے، غلط ہے کہ اس میں صحابہ اور اہل بیت شامل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا شمول عقلاً ونقلاً مُحال(ناممکن) ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہاں عرف سے صحابہ اور اہل بیت شامل نہیں اس لیے یہ حضرات عرف عامہ میں اولیاء نہیں کہلاتے اسی قاعدہ پر ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا۔ پھر اس نے مچھلی کھائی تو وہ حَانِث(قسم توڑنے والا) نہ ہو گا کیونکہ عرف میں گوشت کا استعمال مچھلی کے گوشت میں نہیں ہوتا۔ اگرچہ قرآن کریم نے مچھلی کیلئے لَحۡمًا طَرِيًّا لفظ استعمال کیا ہے اس قاعدہ کی کئی مثالیں ہیں جو اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

قاعدہ نمبر ٦: عرف اور لغوی معنی میں اگر تضاد ہو گا تو عرف میں اگر شرائط معتبرہ پائی گئیں تو لفظ کو عرف پر محمول کیا جائے گا لغوی معنی پر نہیں۔ زیلعی وغیرہ میں تصریح آئی ہے۔

أَنَّ الْأَيْمَانَ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْعُرْفِ لَا عَلَى الْحَقَائِقِ اللُّغَوِيَّةِ

یعنی ایمان عرف پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ لغوی معنی پر مثلاً: اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا تو وہ صرف اس صورت میں حَانِث(قسم توڑنے والا) ہو گا جب وہ روٹی کھائے جو اس کے شہر میں بالعموم کھائی جاتی ہے جیسے: مغربی روٹی اور پنجاب پاکستان میں چاول باجرہ مکئی اور گیہوں کی روٹی اور بقول صاحبِ الاشباہ والنظائر ان کے زمانہ میں قاہرہ میں گیہوں کی روٹی، طبرستان میں چاول کی روٹی، زبیدہ میں باجرہ کی روٹی کھانے سے حَانِث(قسم توڑنے والا) ہو گا۔ اگر ان تمام علاقوں میں مُرَوَّج روٹی کے علاوہ کسی اور چیز سے بنی ہوئی روٹی کھائی تو حَانِث(قسم توڑنے والا) نہ ہو گا۔[50]

مثلاً: بعض علاقوں میں غیر اناج کی روٹیاں بناتے ہیں انکے کھانے سے حَانِث(قسم توڑنے والا) نہ ہو گا۔

---

[48] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ،الفن الاول الْأَوَّلُ: الْمَبْحَثُ الثَّالِثُ: الْعَادَةُ الْمُطَّرِدَةُ هَلْ تَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الشَّرْطِ؟:، 1/ 84، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

[49] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ،الفن الاول، فَصْلٌ فِي تَعَارُضِ الْعُرْفِ مَعَ الشَّرْعِ:، 1/ 82، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

[50] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ،الفن الاول، فَصْلٌ فِي تَعَارُضِ الْعُرْفِ مَعَ اللُّغَةِ، 1/ 83، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

انتباہ: عرف وعادت پر شریعت کے بیشمار احکام ومسائل کا دارو مدار ہے اور یہ تمام غیر منصوص علیہا(جن پر قرآن وحدیث سے دلیل نہ ہو ان) مسائل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں لیکن عرف وعادت اور ایسے عمومِ بَلْوٰی کو سمجھنے کیلئے بڑے وسیع مطالعہ اور دِقَّتِ نظر کی ضرورت ہے۔مفتیانِ کرام کو ان تمام امور سے واقفیت رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ مسئلہ کا حل بیان کرنے میں اکثر و بیشتر غلطیوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں عرف اور اس سے مُسْتَخْرَجَہ(نکلے ہوئے) مسائل پر مُفَصَّلْ بحثیں کی گئیں ہیں مفتی صاحب کیلئے ان کا مطالعہ بیحد ضروری ہے۔

لیکن جو مفتی ٹیڑی مجتہد اور ایسا متکبر کہ کسی بھی بزرگ عالم اور محقق کو خاطر میں نہ لائے تو وہ مغرور و مجبور ہے۔

فائدہ: فقہائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ عرف وعادت کے مقابلہ میں کسی شے کی مفہوم کی وضاحت و تعیین میں حقیقت کو ترک کر دیا جائے گا۔

الاشباہ میں ہے: عادت و عرف میں وہی معتبر ہے جب اسکا استعمال عرف وعادت میں غالب ہو گیا ہو[51] اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں مختلف قسم کے درہم و دنانیر چل رہے ہوں۔یعنی مختلف قسم کے سکے چل رہے ہوں وہاں اگر کسی نے کوئی چیز دس دینار یا دس درہم میں خریدی یا فروخت کی تو بائع وہ درہم یا دینار لینے کا مستحق ہوگا جن کا غالب چلن وہاں کی عرف وعادت ہو۔اگر خریدار کوئی دوسرا سکہ یا دوسری قسم کے درہم و دینار دینا چاہے تو بائع(بیچنے والے کو) انکار کا حق ہوگا۔[52]

شرح بیری میں بحوالہ مبسوط بیان کیا گیا ہے ایسے ہی جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔[53](رسائل عابدین)

فائدہ: بہت سے وہ احکام جن پر صاحبِ مذہب مجتہد نے اپنے زمانے کی عرف وعادت کی بنیاد پر نص(دلیل) قائم کی۔ زمانہ اور حالات بدل جانے سے تبدیل ہو گئے ہیں۔اہلِ زمانہ میں فساد آجانے کی وجہ سے یا عمومی ضرورت کی وجہ سے جیسے تعلیم القرآن کی اُجرت کا جواز اور ظاہری عدالت پر اکتفا اور غیر سلطان سے اِکْرَاہْ(مجبوری / عذر) کا تحقق(ثبوت) کیونکہ فقہائے متقدمین کے زمانہ میں اکراہ صرف بادشاہ ہی سے مُتَحَقَّقْ(ثابت) ہو سکتا تھا۔ غیر سلطان سے اِکْرَاہْ نہیں ہو سکتا تھا لیکن بعض عوام الناس میں لوگ قتل و خونریزی میں اتنے جری(بے خوف) ہو گئے کہ ان سے بھی اکراہ کا تحقق ہو گیا۔ فقہائے متقدمین ضِمان(جرمانہ) مُبَاشِرْ(کرنے والے) پر واجب کرتے تھے مُتَسَبِّبْ[54] پر نہیں لیکن بعد میں ضِمان(جرمانہ) مُتَسَبِّبْ(صاحب حکم) پر عائد کیا گیا اس کی وجہ فسادِ اہلِ زمانہ اور حالات کا متغیر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

وصی(مربی یتیم) اب مالِ یتیم میں مضاربت[55] نہیں کر سکتا اور وقف اور یتیم کی زمین کا غاصب(زمین پر بلا عوض قبضہ کرنے والا) ضِمان(جرمانہ) دے گا اور مکان ایک سال سے زیادہ اور وقف زمین کو تین سال سے زیادہ مدت کیلئے اجارہ پر نہیں دیا جائیگا۔

---

[51] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم ،الفن الاول الْأَوَّلُ: الْمَبْحَثُ الثَّالِثُ: الْعَادَةُ الْمُطَّرِدَةُ هَلْ تَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الشَّرْطِ؟:، 1/ 84، دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

[52] (الأشباه والنظائر – ابن نجيم، الْمَبْحَثُ الثَّانِي: إنَّمَا تُعْتَبَرُ الْعَادَةُ إذَا اطَّرَدَتْ أَوْ غَلَبَتْ، 1/ 81 ،دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1999 م)

[53] (مجموعة رسائل ابن عابدين، 1/ 84 ،دار الكتب العلمية،الطبعة،– 2014م)

[54]) جسکے توسل سے کام سرانجام دیا گیا۔(س رضا)

[55]) ایک کی جانب سے مال ہو اور دوسری جانب سے کام ہو۔(س رضا)

اور قاضی کو اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دینے سے روکا جائیگا۔ اور شوہر کو روکا جائے گا اس سے کہ وہ اپنی بیوی کو سفر میں ساتھ لے جائے (جبکہ بیوی رضامند ہو) اگر چہ شوہر نے اس کا مہرِ مُعَجَّلُ ادا کر دیا ہو۔[56] مجموعہ رسائل عابدین وشرح عقود رسم المفتی)

مسئلہ: عرف وعادت کی بنا پر یہ حکم ہو کہ دخول (صحبت) کے بعد اگر بیوی یہ کہے کہ اس نے قبلِ دخول (صحبت سے پہلے) اپنا مہر مُعَجَّلُ وصول نہیں کیا تو اس کی تصدیق نہیں کیجائے گی۔[57]

مسئلہ: اگر شوہر نے کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی بشر طیکہ یہ جملہ اور الفاظ اس علاقہ میں طلاق کیلئے استعمال کئے جاتے ہوں (یعنی وہاں کا عرف یہ ہو) ایسی صورت میں اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر عرف وعادت میں ان الفاظ کا استعمال طلاق کیلئے نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار کر لیا جائے گا۔[58]

مسئلہ: اگر باپ یہ کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو جو سامان جہیز میں دیا ہے میں نے اپنی بیٹی کو اس کی تملیک نہیں کی تو اس کا دارو مدار عرف پر ہے۔[59]

انتباہ: ہمارے دور میں محض سہولت کی بنا پر بعض حضرات عادت و عرف میں شامل کر رہے ہیں مثلاً: گھڑی کی چین دھات وغیرہ کو عادت و عموم البلوے میں شامل کر رہے ہیں، غلط ہے کیونکہ سہولت عامہ شرع میں نامعتبر جبکہ سہولت سے چمڑے اور کپڑے وغیرہ سے بھی گھڑی مضبوط رکھی جاسکتی ہے یونہی سپیکر کا نماز میں استعمال بھی سہولت پر مبنی ہے اسے عرف وعادت میں شامل کیا جاسکتا اس لیے کہ سہولت سے ہٹ کر کام چلایا جاسکتا ہے اس کے استعمال سے ایک تو تکبیراتِ انتقالیہ[60] کی سنت کیخلاف ہے دوسرا غیر نمازی کو نماز میں دخیل بنانا ہے اس سے احتراز (بچنا) لازم ہے۔

تفصیل کیلئے فقیر کے رسائل و دیگر علمائے محققین کی تصانیف میں ملاحظہ کیجئے۔

فقط والسلام

ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور پاکستان

۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

[56] (مجموعة رسائل ابن عابدين شرح المنظومة المسماة بشرح عقو درسم المفتى ، 1/ 85 ،دار الكتب العلمية،الطبعة،– 2014م)

[57] (مجموعة رسائل ابن عابدين، 1/ 86 ،دار الكتب العلمية،الطبعة،– 2014م)

[58] (مجموعة رسائل ابن عابدين، 1/ 86 ،دار الكتب العلمية،الطبعة،– 2014م)

[59] (مجموعة رسائل ابن عابدين شرح المنظومة المسماة بشرح عقو درسم المفتى ، 1/ 85 ،دار الكتب العلمية،الطبعة،– 2014م)

[60] مجمع کثیر میں امام کی تکبیر پر تکبیر کہنے والا یعنی مکبر۔ (س رضا)